OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 31-57

میاں محمد بخشؒ کی شاعری میں تصوف کی جہات

Sufi Aspects in the poetry of Miyan Muhammad Bakhsh

Dr.Sanaullah Al.Azhari

Associate Professor

Department of Arabic & Islamic Studies

University of Lahore Pakpattan Campus

Dr.Muhammad Israeel

Assistant Professor

Department of Arabic and Islamic Studies

Ponch Universiy Rawala Kot Kashmir

Abstract

The contemporary and disturbed Muslim society is looking forward to any change which can decrease or remove the weaknesses and insecurity feelings. The battles and the fights of Muslims between them are a very dangerous signs. These circumstances require a spiritual voice that goes into the hearts of people and Increase humbleness tolerance and love between them. Because the development of any country will not be completed instead of peaceful life. The personality and poem of Hzrat Miayan Mohammad Bukhsh is famous in the Sub-Continent Indo Pak as a source of spiritualism. There is no person who will not be aware about the great Sufi poet's words. His poetry is recited in almost

religious programs because the Islamic values are clear in his poetry.

.One of the great things which was same between both Hazrat Miyan and Allama dr.Muhammad Iqbal that both of them belonged to Kashmir and both of them are Sufi poet. All the people enjoy by the depth and purifications of the poetry of Hazrat Miyan in Panjabi language. People express their good views on the various aspects of Islamic Sufism in the personality and poetry of Hazra Miyan. Generally speaking, the preaching of Islamic Sufism in the society is an important requirement of new era because Sufism teaches us love and peace in society. Our research will be based on the same manners.

Keywords: *spiritual voice, Miayan Mohammad Bukhsh, Sub-Continent, Kashmir, Sufi poet, purifications, new era, love and peace*

عصر حاضر کا بے چین و مضطرب معاشرہ کسی ایسی تبدیلی کا منتظر ہے کہ جس کے ذریعے یہ پریشانی و اضطراب یقین کی کمزوری و عدم تحفظ اپنوں سے دوریاں اور نفرتوں کے مہیب سائے ڈھل جائیں، لڑائیاں اور جھگڑے بد امنی و بد فکری مصائب و تکالیف کے اندھیرے چھٹ جائیں ایسے حالات واقعات کسی ایسی روحانی آواز کا تقاضا کرتے ہیں جو لوگوں کے دلوں میں اتر جائے حضرت میاں محمد بخشؒ کی شخصیت و شاعری برصغیر پاک و ہند میں ایک وجد آفریں کیفیات کے منبع و مصدر کے طور پر معروف و مشہور ہے شاید ہی کوئی ایسا انسان ہو گا جو اس عظیم صوفی شاعر کے کلام کی حلاوت و مٹھاس سے آشنا نہیں ہو گا خصوصا خطہ ارضی پنجاب میں تو تقریبا کوئی دینی محفل ایسی نہیں ہوتی جس میں کلام حضرت میاں محمد بخشؒ کی چاشنی سے سامعین لطف اندوز نہ ہوں لوگوں کے اذہان و سماعتوں کے بہت ہی قریب بسنے والی شخصیت و شاعری میں تصوف اسلامی کی مختلف

جہات پر روشنی ڈالنا اور اسکو معاشرے میں عام کرنا عصر حاضر کی اہم ضرورت ہے ہماری یہ ریسرچ اسی بنیاد پر ہو گی۔

حضرت میاں محمد بخشؒ کے خاندانی حالات:

حضرت میاں محمد بخشؒ کے خاندانی حالات بہت سارے لوگوں نے لکھے ہیں لیکن ان میں سب سے زیادہ مستند ملک محمد کے تحریر کردہ حالات زندگی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے زندگی کا ایک بڑا حصہ میاں صاحب کی خدمت میں گذارا ہے ملک محمد کے نام میں صاحب نے پنجابی نظم میں خطوط لکھے ہےں ان سے میں صاحب کے خلوص ومحبت کا پتہ چلتا ہے۔ دوسری وجہ ہے کہ میاں صاحب کے لواحقین میں بھی یہ کوائف درست تصور کئے جاتے ہےں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ میاں صاحب کی شہرہ آفاق تصنیف سیف الملوک کی ابتداء میں ملک محمد کے تحریر کردہ خاندانی کوائف درج ہیں۔

ملک محمد کی روایت کے مطابق: میاں صاحب کا شجرہ نسب خلیفہ دوئم حضرت عمر فارقؓ سے ملتا ہے ملک محمد آپ کے پر دادا حضرت سائیں دین محمد سے آگے تفصیلی حالات قلمبند نہ کر سکے انہوں نے لکھا ہے کہ بابا سائیں دین محمد نے حضرت پیرے شاہ غازیؒ کی آغوش میں تربیت پائی لیکن وہ یہ نہ لکھ سکے ان کے پاس کیسے آئے سید محمود آزاد لکھتے ہیں کہ اس بارے میں گجرات سے حاجی محمد اکرم صاحب نے ایک حوالہ ارسال کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس زمانے میں حضرت پیرے شاہ غازیؒ گجرات کے گاؤں چک بہرام کے قریب خیمہ کش تھے وہاں ایک عمر رسیدہ خاتون انکی خدمت کیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ خاتون نے عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں اللہ مجھے بچہ دے حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ وعدہ کرو تم اپنا بچہ میری خدمت کے لئے وقف کرو گی خاتون نے وعدہ کیا اور جب بچہ پیدا ہوا تو اس نے وہ حضرت اقدس کے نام وقف کر دیا اور جب ذرا سیانا ہوا تو ان کے حضور پیش کر دیا اور یہی بچہ ہے جو بابا سائیں دین محمد کے نام سے حضرت اقدس کا خلیفہ اور جانشین ہوا اور یہی بزرگ حضرت میاں محمد بخش کے پر دادا تھے۔"(۱)

میاں محمد بخشؒ کی فارسی تصنیف (جو کہ اشعار ہیں) جس کا ترجمہ آپ کے مریدِ خاص ملک محمد نے کیا اس میں میاں صاحب نے حضرت سائیں دین محمد کا تذکرہ مختصر کیا۔ وہ بتاتے ہیں کہ سائں دین محمد کو حضرت پیرے شاہ غازیؒ نے اپنے بیٹے کی طرح پرورش کیا وہ جہاں بھی جاتے تھے اس بچے کو کندھے پر اٹھائے رکھتے تھے ایک مرتبہ کسی مقام سے گزر ہوا وہاں عورتیں تنور میں روٹیاں لگا

رہیں تھیں حضرت پیرے شاہ غازی نے اس بچے کو جلتے تنور میں پھینک دیا اور جب حضرت نے بچے کو باہر نکالا تو اس پر آگ کا کچھ اثر نہ ہوا فرمایا مجازی آگ سے اس کو تپش دیتے ہیں کہ تا کہ حقیقی آگ کا اس پر اثر نہ ہوا اس واقعہ کے بعد سائیں دین محمد کامل ولی ہو گئے۔**(۲)**

جب حضرت پیرے شاہ غازی نے رحلت فرمائی تو بابا سائیں دین محمد ہی ان کے خلیفہ اور سجادہ نشین بنے آپ نے ہزاروں لوگوں کو فیض یاب کیا حضرت بابا سائیں کے دو فرزند تھے ایک میاں ڈھیرہ اور دوسرے میاں جیون بابا سائیں کے بعد میاں جیون ہی سجادہ نشین ہوئے میاں جیون کے چار فرزند تھے۔

(۱)	میاں قادر بخش	(۲)	میاں کرم بخش
(۳)	میاں الہیٰ بخش	(۴)	میاں شمس الدین

میاں شمس الدین میاں جیون کے خلیفہ اور سجادہ نشین تھے بوستان قلندریہ کے مطابق میاں شمس الدین کو اکثر بزرگانِ قادریہ قلندریہ سے فیض ملا انکا بچپن یتیمی میں گزرا لیکن خاندان کی ارواح مقدسہ ہمیشہ ان پر سایہ فگن رہیں۔ انہوں نے گجرات سے دینی تعلیم حاصل کی اور فراغت کے بعد جب حضرت پیرے شاہ غازی کے آستانہ کی خدمت شروع کی تو انہوں نے روحانی کمال سے ان کی ولی کامل بنادے اوہ صاحب کرامت بزرگ ہو گئے ان کی کرامت کا شہرہ عام ہو گے۔

میاں محمد بخش نے بوستان قلندریہ میں جتنا تذکرہ اپنے والدِ گرامی میاں شمس الدین کا کیا وہ سب آپ کی کرامات ہی ہیں اور تذکرہ کئی صفحات پر پھیلا ہوا لیکن یہ بات مسلمہ ہے کہ حضرت بابا سائیں دین محمد کے طفیل اس خاندان پر حضرت پیرے شاہ غازی کی خاص نظر کرم رہی اور اسی کے اثر سے اس خاندان کے چشم و چراغ حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی نے اپنے مرشد اور اپنے خاندان کا نام درخشندہ آفتاب کی طرح قیامت تک روشن کر دیا جس کی ضیائیں وقت کے ساتھ ساتھ چاروں طرف پھیلتی جاتی ہیں اور اہل دل کے درد کا درماں ثابت ہوتی ہیں۔**(۳)**

حضرت میاں محمد بخشؒ کی پیدائش:

حضرت میاں شمس الدین کے تین فرزند میاں بہاول بخش، میاں علی بخش، میاں محمد بخش تھے۔ میاں محمد بخش عارف کھڑی کی پیدائش ۱۸۲۶ء/۱۲۴۲ھ کو صبح صادق کے وقت بمقام کھڑی شریف میر پور آزاد کشمیر میں ہوئی۔ جس کمرے میں آپ تولد ہوئے وہ بوقت ولادت قدرتی

روشنی سے منور ہوگئے اان کی والدہ ماجدہ حیران ہوکر سہم گئیں مگر بعد میں انہیں اندازہ ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کا نام چاروں طرف روشن رکھے گا اس کو بزرگی اور عظمت نصیب ہوگی آپ کی عمر پانچ یا چھ سال تھی کہ ایک دفعہ بگا شیر ولی کی درگاہ عالیہ کے سجادہ نشین صاحبزادہ عبدالحکیم کھڑی شریف تشریف لائے دربار پر حاضر کے دوران جب آپ کی نظر اس گوہر گرانمایا پر پڑی تو انہوں نے حضرت میاں صاحب کی والدہ ماجدہ سے کہا کہ اس بچے کی پرورش پر خصوصی توجہ دیں کیونکہ انہیں میاں صاحب کی پیشانی کے آثار نظر آنے لگے۔

بچپن:

حضرت میاں محمد بخشؒ کا بچپن کھڑی شریف میں ہی گزرا آپ عموماً ہم عمر لڑکوں سے الگ تھلگ ہی رہتے تھے میلان طبیعت بچپن ہی سے سوچ بچار دین، محبت الٰہی اور محبتِ رسول ﷺ کی طرف مائل تھا گھر میں ماحول انتہائی سادہ علمی اور مشفقانہ ملا آپ کی طبیعت بچپن ہی سے فقیری کی جانب مائل ہوگئی شوق ایسا غالب آیا کہ ایک روز دوپہر کے وقت آپ کے والد میاں شمس الدین چادر اُڑوھے ہوئے آرام فرمارہے تھے کہ میاں صاحب ان کے قدموں کی طرف بیٹھ گئے اور پاؤں دبانے لگے اور میاں شمس الدین کے استفسار پر اپنا نام بتائے اا اور سچا فقیر بننے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت میاں شمس الدین نے جب چھوٹے معصوم کی یہ تمنا سنی تو ان کو سینے سے لگایا اور نہایت عجزو انکساری سے یوں بارگاہ الٰہی میں ملتجی ہوئے اے میرے پروردگار تو علیم و بصیر ہے میرے اس کمسن بیٹے نے مجھ سے کبھی کسی دینوی کام یا جسمانی حاجت کی آرزو نہیں کی بلکہ تیری رضا کا طلبگار ہوا میں سے تجھ کو سونپتا ہوں یا اللہ اس کو اپنے نیک بندوں کی صف میں شامل کرنا آمین سبحان اللہ ایک معصوم کے لئے ولی کامل اور شفیق باپ کی زبان سے نکلے ہوے حروف عین شرف قبولیت ہوئے حضرت میاں صاحب میں شوق کی عجیب کیفیت تھی آپ کے مندرجہ ذیل دوہڑے سے اہل شوق اندازہ کرسکتے ہیں کہ آپ عشقِ رسول ﷺ میں کس حد تک فنا ہوچکے تھے۔

کی گل آکھ سناواں سجناں درد فراق ستم دی
آیا حرفِ زبان پر جس پھٹ گئی جیو قلم دی
چٹا کاغذ داغی ہو یا پر ہے سیاہی غم دی
دکھاں کےستاں زور محمد خبر سی دم دی

تعلیم وتربیت:

حضرت میاں محمد بخش نے ابتدائی تعلیم گھر میں ہی حاصل کی اور اس کے بعد حافظ محمد علی سے زانوئے تلمذ طے کیا ان کی درسگاہ سموال شریف میں تھی آپ کا معمول تھا کہ آپ مولانا جامی کی یوسف زلیخا کی کتاب جماعت سے الگ بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے آپکے استاد کے ایک بھائی ناصر صاحب بھی مدرسے میں موجود رہتے تھے اور انکی حالت مجذوبانہ تھی ان پر اکثر اوقات محویت کی کیفیت طاری رہتی تھی ایک دن میاں صاحب اپنے بھائی سے مل کر ترنم سے یوسف زلیخا پڑھنے لگے ناصر صاحب اٹھے ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے میاں صاحب نے ختم کیا تو کہنے لگے صاحبزادے ایک دفعہ پھر سناؤ میاں صاحب نے عرض کی پھر تب سنائیں گے کہ آپ دعا فرمائیں ہمیں تمام نصابی کتابیں زبانی یاد ہو جائیں۔ انہوں نے یہ شرط منظور کرلی میاں صاحب اپنے بھائی کے ساتھ مل کر اے سے پُر سوز اندازہ میں یوسف زلیخا پڑھا کہ ایک سماں بندھ گیا۔ ناصر صاحب دیر تک جھومتے رہے اور روتے رہے جب آپ نے اس کا ایک باب ختم کیا مجذوب ناصر صاحب نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تم پر دینی اور دنیاوی علوم کے دروازے کھولے اس کے بعد فی الواقع میاں صاحب کی کیفیت بدل گئی اس دعا کا اثر تھا کہ حضرت میاں صاحب کو چھوٹی عمر ہی عربی اور فارسی زبانوں پر عبور حاصل ہو گیا۔ علوم شرعی اور دنیاوی علوم میں عالم وفاضل ہوگئے آپ دوران طالب علمی ہی اشعار کہنے لگے۔(۴) آپ نے پنجابی زبان میں اپنے دوست کو خط لکھا اس میں اُردو بھی شامل ہے یہ خط اُردو اور پنجابی کا حسین امتزاج ہے اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

آخری شعر اس طرح ہے:

یہ نامہ ہے بنام خالق پاک
دیا جس نے اسے ایمان کا نور
ہوئے جس سے منور تیرا گوں خاک
قصور ہوتے کیا پھر اس کو مغفور
اسی کے ساتھ اپنی دوستی کی
رکھوں گا پھر اُمید اس طور پر کیا
اسی کو معرفت اپنے کے بعد دی
جنازے پر نہ پہنچے گور پر کہاں پہنچے(۵)

میاں صاحب کا ایک طویل خط ہے جس کے چند اشعار عرض کئے گئے یہ وہ اشعار ہیں جو میاں صاحب کے ابتدائی دور کے ہیں آپ نے پنجابی زبان کو ترقی یافتہ زبان بنانے کی ایک انتہائی کوشش کی ہے۔(۶)

آپ کی زندگی کا ایک لمحہ پنجابی زبان وادب کو ترقی دے نے میں صرف ہوا ہے اوپر کے اشعار آپکی شاعری کا نمونہ ہیں ان میں اردو اور پنجابی دونوں زبانوں کی ملاوٹ ہے اردو الفاظ کو پنجابی زبان کا لباس پہنایا گیا ہے لب ولہجہ اندازِ بیاں بالکل پنجابی سے آج سے سو سال قبل پنجابی میں اردو کو سمونے کی جو کوشش میاں صاحب نے کی وہ آج اپنی انتہا پر ہے۔یعنی پنجابی زبان اپنے اندر بے انداز اردو اور فارسی الفاظ جذب کر رہی ہے۔(۷)

المختصر حضرت میاں محمد بخش تفسیر ، فقہ ، اصول ، منطق، حدیث اور دیگر علوم و فنون سموال شریف کی مشہور درسگاہ میں فاضل اجل علامہ غلام حسین سموالوی سے حاصل کی۔

سلسلہ طریقت :

میاں محمد بخش کا سلسلہ طریقت قادری ، قلندری مجروی تھا روحانیت میں آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔ میاں بخش۔ حضرت شاہ محمد امیر بالا پیر۔ حضرت محکم دین شاہ محمد مقیم حجرہ شاہ مقیم حضرت سید ابو العمالی قادری حجروی۔ حضرت سید نور محمد۔ حضرت بہاول شیر قلندر۔ حضرت عبد الجلال صحرائی۔ حضرت محمود شاہ حضرت علاؤ الدین۔ حضرت شہاب الدین جیلانی قطب ربانی غوث صمدانی۔

زُھد وریاضت اور مجاھدات :

حضرت میاں صاحب جب ظاہری علوم حاصل کر چکے تو تنہا جنگلوں اور بیابانوں میں مصروف عبادت ہو گئے شب وروز عبادت میں مصروف رہتے کوہ ودشت میں بغیر آب وغذا کے رواں دواں رہتے کئی روز تک بغیر خورد نوش کے سفر کرتے رہتے کئی دفعہ شیطان سے آمنا سامنا ہو اگر آپ کے پائے استقلال میں ذرا بھر بھی فرق نہ آیا انہی دونوں جب حضرت میاں صاحب ایک جنگل سے گزر رہے تھے آپ کو ایک باکمال بزرگ ہستی سے ملاقات کا شرف نصیب ہوا میاں صاحب فرماتے ہیں جو نہی میں نے ان بزرگ کو دیکھا میرے دل نے گواہی دی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں اس وقت میاں صاحب کا لباس ایسا تھا کہ ناواقف کو یہ گمان نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ فارسی زبان جانتے ہوں گے دوران گفتگو جب ان پر یہ حقیقت کھلی کہ ان کہ مخاطب حضرت میاں صاحب

اچھی طرح فارسی زبان جانتے ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے اور دیر تک باتیں کرتے رہے گفتگو کے دوران اچانک اس بزرگ ہستی نے حضرت میاں صاحب کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا جنگل کی طرف چند قدم آگے بڑھ کر ایک سبز بوٹی کے پاس جاکر ٹھہرے بوٹی کو زمین سے اکھاڑ کر میاں صاحب سے مخاطب ہوئے اگر تمہاری خواہش ہو تو اس بوٹی سے جو اپنے اندر اثر رکھتی ہے تمہیں زر خالص بنانے کا راز بتادوں حضرت میاں صاحب نے نہایت ادب کے ساتھ بزرگ کو جواب دیا اگر دولت میری حاجت روائی کرسکتی تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے میرے گھر میں کافی تھی پھر گھر کو خیر آباد کہہ کر یوں جنگل اور بیابانوں کی خاک چھاننے کی ضرورت تھی مجھے تو ایسے کیمیا گر کی جستجو ہے جو میرے قلب کی ماہیت کو بدل دے اور اس میں سوائے درد اور شوق کے باقی کچھ نہ چھوڑے۔

چاہیے عشق سیاہی اے سامیں نوں مار گواوے
تھانہ کڈھ طبیعت والا صفتاں سب بدلا دے

یعنی عشق ایسا ہو جو تمام خواہشات نفسانی کو مٹادے اندرونی لوح پیدا کر دے۔ حضرت میاں صاحب سے یہ باتیں سن کر انہوں نے تبسم فرمایا اور جلد ہی وہاں سے رخصت ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد پھر وہ بزرگ جنگل میں تشریف لائے۔ اتفاق سے میاں صاحب موجود تھے آتے ہی میاں صاحب سے فرمانے لگے ہم قندھار سے آئے ہیں آپ کو ایک ایسا عمل بتائیں گے جن سے تمام جنگل کے جانور آپ کے تابع ہو جائیں گے مگر میاں صاحب اس مقام سے بہت آگے نکل چکے تھے ان دنوں میں آرزوئے شوق چٹکیاں لے رہی تھی آپ کے دل میں فقط ایک ہی تمنا تھی اور وہ کیا تھی؟

سیف الملوک کرے اُٹھ عرضان سن شاہ بابل میرے جے سب آن بہشتی حوراں میرے پھرن چو فیرے خواہش نال نہ دے کھا کوئی بانجھ بدیع الجمال دوئے جہاں نہ بھاون مینوں اسدی طلب کمالوں۔ (۸)

بدیع الجمال، محبوبِ حقیقی کے بغیر حوران بہشت اور دونوں جہاں شہنشاہ میں بھی میرے لیے کشش نہیں بلکہ مجھے اس سے نفرت ہے۔

حضرت میاں صاحب نے اس بزرگ ہستی سے صرف اپنا مقصد اعلیٰ حاصل کرنے جدوجہد میں کامیابی کے لے دعا کی التجا کی انہوں نے حضرت صاحب کے حق میں دعا فرمائی اور

وصیت اور عمل بتلا کر آپ سے رخصت ہو گئے حضرت میاں صاحب نے ان بزرگ صاحب کا نام کسی کو نہیں بتایا اس طرح یہ صیغہ راز میں رہا۔ **(۹)**

یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رجال غیب کے طور پر ان بزرگ کو میاں صاحب پر معمور کیا جو اپنا فرض ادا کر کے روپوش ہو گئے۔ جس زمانے میں حضرت میاں شمس الدین کی رحلت ہوئی میاں صاحب پندرہ، سولہ سال کے تھے والد کی وفات کے بعد چار سال تک گھر پر موجود رہے اس کے بعد گھر کی سکونت ترک کر کے دربارِ عالیہ حضرت پیرے شاہ غازی کے ساتھ رہنے لگے صبح وشام دربارِ عالیہ کی جاروب کشی کی خدمت اپنے ذمے لے لی کیونکہ ان کے لیے یہ سعادت ازلی وابدی تھی پھر متواتر ۱۴ برس تک وہ رات دن حضرت پیرے شاہ غازی کے دربار پر رہ کر انکے عقیدت مندوں کی خدمت کرتے رہے کیونکہ دنیاوی کاروبار اور مال ودولت سے انہیں کوئی علاقہ نہ تھا ایک رات حضرت پیرے شاہ غازی کے مزار کے قریب بے عت کے لیے استخارہ کیا تو خواب میں حضرت پیرے شاہ غازی انہیں بالکل اسی طرح ملے جیسے بے داری کی حالت میں کسی سے ملاقات ہوتی انہوں نے فرمایا اے فرزند باطنی طور پر تم میرے ہی مرید ہو البتہ ظاہری طور پر سائیں غلام محمد صاحب کلر وڑی کے ہاتھ پر بیعت کر و جب حضرت پیرے شاہ غازی کے حکم پر میاں صاحب کلروڑی گئے تو دے کھا کہ حضرت سائیں دنیا ومافیہا سے نے نیاز حالت استغراق میں ہیں وہ ایک متمول خاندان کے چشم وچراغ تھے مگر اللہ تعالیٰ نے جب انہیں اپنے برگزیدہ بندوح شاہ میں شامل کیا تو ان کی دنیا ہی بدل گئی تھی۔ ملاقات کے بعد جب میاں صاحب نے حضرت پیرے شاہ غازی کا ارشاد سنایا تو فرمایا کچھ دن صبر کر و اس طرح کئی سال گزر گئے جب بھی میاں صاحب حاضر ہوتے بیعت کی درخواست کرتے آپ ے ہی ارشاد فرماتے صبر کر و بالآخر ایک دن انہوں نے حضر ت میاں صاحب کو حضرت بدو شاہ ابدال کے مزار کے متصل بٹھا کر بے عت کی شرطیں بتائیں پھر بے عت لینے کے بعد ارشاد فرمایا کشمیر کے بزرگ شیخ احمد ولی کے پاس تمہارا حصہ ہے آپ ان کے دربار پر حاضری دے کر اپنا حصہ ان سے لے لیں۔ **(۱۰)**

سفر کشمیر:(سری نگر):

حضرت سائیں غلام محمد کے حکم سے میاں صاحب سری نگر کی طرف روانہ ہوئے تا کہ حضرت شیخ احمد ولی سے اپنا باطنی فیض حاصل کریں کیونکہ ان کے باطنی فیض کا حصہ ان کے پاس امانت تھا۔ حضرت احمد ولی ولائیت میں نہایت اعلیٰ وارفع مقام رکھتے تھے فیوض وبرکات کے متمنی

ہزاروں لوگ آپ کے دربار آتے لیکن آپ کی ملاقات کم ہوتی تھی کیونکہ آپ زیادہ کوہ بیاباں میں مستغرق ریاضت وعبادت رہتے تھے سیر وسیاحت میں بھی مصروف رہتے۔ حضرت میاں صاحب جب سری نگر پہنچے تو آپ پابرہنہ تھے تہبند اور کرتا میں ملبوس تھے ایک کمبل اوڑھے ہوئے تھے اور سارا سفر پیدل ہی کیا۔ حضرت میاں صاحب کی راستے میں لوگوں سے ملاقات ہوئی جو دو دو تین تین ماہ حضرت شیخ احمد ولی کا انتظار کر کے واپس جا رہے تھے انہوں نے میاں صاحب کو بتایا کہ ان سے ملاقات ناممکن ہے مگر حضرت میاں صاحب کے پائے استقلال میں ذرا بھی فرق نہ آیا بقول میاں صاحب۔

لوڑن والا رہیا نہ خالی جس لوڑ کیتی پکی
لوڑ کر یندا جو مڑ آیا لوڑ اوہدی گن کچی

حضرت میاں صاحب سری نگر پہنچ کر اس محلے میں گئے جہاں حضرت شیخ صاحب کا قیام تھا تو دروازہ بند تھا آپ نے دستک دی تو دروازہ کھلا تو آپ نے دیکھا ایک فرشتہ صورت انسان تخت پر بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا حضرت میاں صاحب اس نوجوان سے اجازت لے کر اندر داخل ہوئے اور اپنے آنے کا مقصد بیان فرمایا نوجوان نے جواب دیا کہ مکان شیخ صاحب ہی کا ہے مگر وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں وہ دو ماہ کے عرصے میں کسی وقت تشریف لاتے ہیں تشریف آوری کا کوئی وقت یا دن مقرر نہیں ہے نیز یہاں ان کا قیام نہایت مختصر ہوتا ہے حضرت میاں صاحب یہ باتیں سن کر سوچ رہے تھے کہ اب کیا ہو اچانک بیرونی دروازہ کھلا ایک نورانی بزرگ اندر داخل ہوئے ان کے دائیں ہاتھ میں عصا تھا اور حضرت میاں صاحب سے ایسے ملے جیسے کوئی دیرینہ آشنا ملتے ہیں۔ میاں صاحب کو بھی یقین ہو گیا کہ جس در مقصود کی تلاش تھی وہ مل گیا حضرت شیخ صاحب نے فارسی زبان میں گفتگو کا آغاز کیا حضرت میاں صاحب سے سفر وغیرہ کے حالات دریافت کئے حضرت میاں صاحب نے پھر مقصدِ سفر بیان کیا اور اپنا نام اور وطن بتایا حضرت شیخ صاحب نے دوران گفتگو جب حضرت پیرے شاہ غازی کا اسم مبارک سنا اشارتاً خم کر کے ادب بجا لائے اور میاں صاحب کے شانے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "زبیرک ہستی" کچھ ٹھہرے کے بعد حضرت میاں صاحب نے واپسی کے لیے اجازت چاہی تو حضرت شیخ صاحب نے چند رائج الوقت سکے میاں صاحب کو دیے اور فرمایا کہ کوچاہائے سری نگر گندھے ہیں اور آپ ایک مرد نمازی ہیں گھاس کے پاپوش جو بازار میں فروخت ہوتے ہیں خرید کر پہن لیں اور فرمایا جب وطن واپسی کا ارداہ ہو تو اسی جگہ

تشریف لائیں۔ انشااللہ ضرور ملاقات ہوگی اس کے بعد حضرت شیخ صاحب نے نوجوان کو جو تخت پر بیٹھ کر تلاوت کر رہا تھا کو ساتھ لے کر نکلے اور میاں صاحب مزارات کی زیارت کے لیے نکلے۔

ان دنوں سری نگر کا حاکم اعلیٰ دیوان ہشپت رائے تھا جو حضرت میاں صاحب کا نادیدہ محب تھا فقراء کا بہت بڑا عقیدت مند تھا خود عالم تھا اور حضرت میاں صاحب کے اوصاف کے بارے میں اس نے سید باقر علی شاہ (جو مہاراجہ کشمیر کے درباری تھے اور حضرت میاں صاحب اور دیوان ہشپت رائے کے قریبی دوست تھے) سے سن رکھا تھااوران کے دیدار کا مشتاق تھا۔ حضرت میاں صاحب حضرت شیخ صاحب سے رخصت کے بعد مزارات مقدسہ کی زیارت کے لیے نکلے پہلے شیخ نورالدین ولی کے مزار پر حاضری دی پھر درگاہ حضرت بل اس دوران ہشپت رائے کے کسی ملازم نے آپ کو شناخت کر لے ااور فوراً آپ کی موجودگی کی اطلاع دیوان کو کر ادی جو چند معززین کے ہمراہ حضرت میاں صاحب کے قدم بوس ہوااور آپ کو رہائش گاہ پر لے گیا۔ جب سید باقر علی شاہ کو اطلاع ہوئی تو وہ بھی آپ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے آپ کے ایک ماہ کے قیام کے دوران آپ کی خوردونوش اور رہائش کا انتظام سید باقر علی شاہ کے ذمہ رہا۔ ایک ماہ بعد حضرت میاں صاحب رخصت ہو کر حضرت شیخ احمد ولی کی درگاہ پر تشریف لائے وہاں حالات حسب سابق تھے حضرت میاں صاحب اندر داخل ہوئے اور نوجوان اسی طرح تخت پر تلاوت قرآن میں مصروف تھا ادھر میاں صاحب اندر داخل ہوئے ادھر حضرت شیخ احمد ولی بھی آگئے شاہد اسی کی منظر کشی میاں صاحب نے اس کی۔

دل مومن دا شیشہ بنیا اک دوجے دے کارن
پر جاں سان عشق دی دھر کے خوب زنگارا تارن
گگن بتاں نہ چھین دے نداپے ز تکے ہر دل دی
دوربن انگریزی لاکھاں اس اک نال نہ رلدی

حضرت شیخ صاحب نے آتے ہی حضرت میاں صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا اور آپ کو حجرہ خاص میں لے گئے (جو حضرت شیخ صاحب کی عبادت خانہ تھا) اور دروازہ بند کر لیا اس سے آگے خلوت کا راز ہے جس کو میاں صاحب نے افشاں نہیں کیا۔ قطرے کو گوہر بننے تک بے شک مدتیں درکار ہوتی ہیں لیکن مومن کی ایک نگاہ سے دل کی حالت کو فوراًبدل دیتی ہے۔ گوشت وخون کا یہ لو تھڑا جب قلب سلیم کی منزل کو پہنچتا ہے تو اس میں کیا صفات پیدا ہوتی ہیں میاں صاحب فرماتے ہیں۔

نور یقینوں روشن ہوکے چمکے نال صفائی
صیقل ہووے تا سب کچھ سے نظر کرے ہر جائی

حضرت میاں صاحب نعمت باطنی سے فیض یاب ہو کر حضرت شیخ احمد ولی سے رخصت ہوئے تو عرصہ دراز تک تنہا جنگلوں اور بیابانوں میں مصروفِ ریاضت رہے جوں جوں عشق ﷺ میں آپ کا شوق بڑھتا گیا توں توں دردِ جگر سے اشعار کے سوتے پھوٹتے گئے آپ نے اہلِ پنجاب و کشمیر کے دلوں میں اپنے پُر تاثیر اوراپنے پُر سوز اشعار کی ایسے تیر چبھوئے کہ ان کے درد کی لازوال کسک سے تمام پنجاب گونج اٹھا۔

درد منداں دے سخن محمد دین گواہی حالوں
جس پلے پھل بدے ہون آوہے باس رومالوں(۱۱)

حضرت میاں صاحب کا شخصی کمال:

سری نگر سے واپس آکر حضرت میاں صاحب نے اپنے کچے اور انتہائی سادہ مکان میں اقامت اختیار کی جس کا ایک حصہ چلہ کشی اور ریاضت کے لیے مخصوص تھا اس کے ساتھ ایک بڑا کمرآپ کے اسپ ہائے تازی کے لئے اصطبل کے طور پر استعمال ہوتا تھا آپ کا یہ مکان چار دیواری دربار شریف سے مشرق کی جانب واقع ہے اس کے صحن میں وہ مشہور پتھر کی سلیں پڑی ہیں جن پر بیٹھ کر آپ نے اپنی تخلیق سیف الملوک کے کچھ حصے کی تکمیل کی آپ کے پاس ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا جن میں اہلِ علم حضرات، اہل شوق زائرین، شاعروں اور حاجت مندوں کی کافی تعداد موجود رہتی ایک ولی اللہ، ایک سجادہ نشین اورایک شاعر ہونے کے ناطے آپ کی زندگی انتہائی مصروف ترین زندگی تھی جتنا عرصہ بھی آپ کھڑی شریف رہتے آپ کا معمول اس طرح تھا آپ نماز فجر کے بعد حضرت پیرے شاہ غازی کے دربار پر حاضری دیتے اس وقت آپ کا عجز و نیاز اپنی مثال آپ تھا جتنی دیر آپ دربار کے اندر رہتے آپ پر جذبہ عشق غالب رہتا آنکھیں اشک بار رہتیں چہرے کی رنگت درد و سوز سے زرد ہو جاتی حضرت پیرے شاہ غازی سے آپ کو وہی نسبت تھی جو امیر خسرو کو محبوب سبحانی، حضرت نظام الدین اولیاء سے تھی جس طرح حضرت معین الدین چشتی اجمیری نے حضرت داتا علی ہجویریؒ کے مزار پر چلہ کشی کی اسی طرح حضرت میاں صاحب نے بھی حضرت پیرے شاہ غازی کے مزار مبارک کے ساتھ چھوٹی سی ڈیوڑھی میں ایک نہایت مختصر سے حجرہ میں چلہ کشی کی جب میاں صاحب حضرت پیرے شاہ غازی قلندر کے مزار

مبارک سے باہر تشریف لاتے تو ایسا محسوس ہوتا جیسے آپ کے جسم مبارک میں کافی نقاہت پیدا ہو گئی اور مگر جو نہی آپ آکر مجلس میں بیٹھتے جہاں صدہا لوگ آپ کے انتظار میں ہوتے نقاہت غائب ہو جاتی اور چہرے کی سرخی لوٹ آتی آپ لوگوں کے مسائل سنتے ان کے لئے دعا کرتے اور آپ کے فیوض و برکات سے بہرور ہو کر لوگ گھروں کو لوٹتے مجلس میں علماء کی بھی کثیر تعداد ہوتی جو آپ سے مسائل دریافت کرتے آپ ہر مسئلہ پر سیر حاصل بحث کرتے اکثر زائرین دینوی مشکلات میں گھرے ہوئے لوگوں کی ہوتی آپ ان کے لئے دعا فرماتے آپ غرباء اور ضرورت مندوں کی مالی امداد بھی فرماتے انسانیت کی خدمت حضرت میاں صاحب کا محبوب مشغلہ تھا۔

ساداتِ کرام کا احترام:

سردارِ دو عالم ﷺ سے اپنی نسبت غلامی کے باعث اہلِ بیت و سادات کے خلاف کسی طرح کی کوئی بات سننا گوارہ نہ فرماتے ایک دفعہ ایک مال افسر جو میرپور تعینات تھے اور حضرت میاں صاحب کے عقیدت مند تھے ایک سید صاحب جو کلرک تھے اور ان کے دفتر میں کام کرتے تھے کسی جرم کی پاداش میں معطل کر دیا وہ کلرک (سید صاحب) حضرت میاں صاحب کے پاس آئے اور شکایت کی کہ حضور ایک عیالدار آدمی ہوں اور آپ کا عقیدت مند فلاں افسر نے نوکری سے برخاست کر دیا میرا اور کوئی ذریعہ معاش نہیں آپ ان سے فرمائیں بحال کر دیں اس کے بعد وہ افسر مذکورر دو تین بار میاں صاحب کے پاس آئے حضرت میاں صاحب ان سے بات چیت کئے بغیر اُٹھ کر چلے جاتے میاں صاحب کے جلال کی وجہ سے ناراضگی کی وجہ بھی دریافت نہ کر سکے آخر سائیں نجیب اللہ کے ذریعہ پتا چلا کہ ناراضگی کی وجہ شاہ صاحب کی معطلی ہے ایک دن جرآت کر کے عرض کی حضور شاہ صاحب کا جرم اتنا ہے کہ ان کی نوکری سے برخاست کر دیا جاتا مگر میں نے صرف معطل ہی کیا ہے حضرت میاں صاحب نے فرمایا سادات پر یہ الزام کوئی نیا نہیں۔ یزید ملعون نے بھی حضرت امام حسینؓ پر یہی الزام لگایا تھا کہ وہ سلطنت کے باغی ہیں اور کام میں بے جا مداخلت کر رہے ہیں اگر آپ میری خوشنودی چاہتے ہیں تو ان سید صاحب کو فوراً بحال کروادو اور پھر میرے پاس آنا مال افسر نے فوراً دفتر جا کر دوڑ دھوپ کر کے ان سید صاحب کو بحال کرایا اور اطلاع دی تشریف لائے تو آپ ان کی تعظیم میں کھڑے ہو جاتے آپ کے کھڑے ہونے سے تمام لوگ جو آپ کے آس پاس ہوتے کھڑے ہو جاتے آپ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک سید صاحب نہ بیٹھتے ان سادات میں اکثر آپ کے مرید اور عقیدت مند ہوتے مگر سرکارِ کو نبی کریم ﷺ کی وجہ

سے آپ ان کا احترام فرماتے ایک دفعہ مجلس میں ایک سید صاحب نے آپ کے جوتے اٹھالئے آپ نے ساری زندگی وہ جوتے نہیں پہنے۔

حضرت میاں محمد بخش کے معمولات:

آپ فجر کی نماز کے بعد مزار شریف حضرت پیرے شاہ غازی پر حاضر ہوتے وہاں سے فراغت کے بعد ظہر تک زائرین سے ملاقات کرتے اس کے بعد پھر آپ عبادت میں مصروف ہو جاتے آپ کے عقیدت مندوں کا سلسلہ جاری رہتا اس لئے بعض اوقات ظہر سے عصر یا مغرب سے عشاء تک لوگ وقفوں میں ملاقات فرماتے۔ آپ فرض اور سنت کے پابند تھے بیشتر وقت عبادت وریاضت میں گزارتے صوم وصلوٰۃ کے اتنے پابند تھے کہ کبھی بھی آپ کی نماز یا روزہ قضا نہیں ہوا۔ رات کا بیشتر حصہ عبادت وریاضت میں گزرتا مغرب وعشاء کے درمیان عموماً قصیدہ غوثیہ کا ورد فرماتے جس وقت وظیفہ فرماتے آپ پر رقت اور جذب طاری ہو جاتا کوئی آدمی آپ کے نزدیک نہیں جاسکتا تھا۔ گرمیوں میں حضرت میاں صاحب پنجن پہاڑ پر تشریف لے جاتے پنجن ایک پُر فضا مقام ہے وہاں گرمی محسوس نہیں ہوتی یہ گاؤں پہاڑ کے اوپر میدان مں واقع ہے اس جگہ ہر وقت ہوا چلتی رہتی ہے یہاں بہت سے چیل کے درخت ہیں اور جب ہوا چلتی ہے تو چیل کے پتوں سے سائیں سائیں کی آواز آتی ہے جون اور جولائی کے مہینوں میں بھی یہاں کافی سردی ہوتی ہے رات کو رضائی کے بغیر نہیں سویا جاسکتا۔ وہاں کے لوگ سکھوں کے مظالم کی چکی میں پس پس کر نادار اور غریب ہو چکے تھے۔ حضرت میاں صاحب نے ایک مسجد بھی وہاں تعمیر کروائی اس پر خطیر رقم خرچ کی یہ فن تعمیر کا نادر نمونہ ہے اور ایک چشمہ پر بند باندھ کر پانی کا ذخیرہ جمع کیا گیا تاکہ ہر موسم میں لوگوں کی ضرورت پوری ہو سکے تالاب کے پاس ہی ایک بہت بڑا پتھر تراش کر جائے نماز بنوائی تاکہ یہاں آنے جانے والے نماز ادا کر سکےں وہاں میاں صاحب کا چھوٹا سا کمرہ بھی ہے ان تمام چیزوں کو دیکھ کر میاں صاحب کی زندگی کا احساس ہوتا ہے میاں صاحب دکھی انسانیت کے بہت ہمدرد تھے۔ پنجن کے لوگ ایک (پڑاٹ) (یعنی جہاں پتھر ہی پتھر ہوتے ہیں پر رہتے ہیں) اسکے باوجود وہاں غلے کے سلسلے میں مطمئن ہیں یہ حضرت میاں صاحب کے فیض اور وہاں قیام کی برکت ہے۔(۱۲)

مسلمانوں کے محسن اور قوم کے سچے ہمدرد:

جب سے ڈوگرہ خاندان نے ریاست پر اپنا تسلط جمایا تھا مسلمانوں کو خاص طور پر ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا مسلمانوں کی معاشی حالت انتہائی ناگفتہ ہو چکی تھی مسلمان غربت و افلاس کی زندگی بسر کر رہے تھے تمام تجارت ہندو بنیوں کے ہاتھ میں تھی سرکاری ملازمتوں کے دروازے مسلمانوں پر بند تھے مسلمانوں سے صرف بے گار کا کام لیا جاتا تھا مسلمان مرد جب بیگار کیمپوں میں ہوتے تو ان کے بیوی بچوں کی دل ہلا دینے والی تنگ دستی سے حضرت میاں صاحب بخوبی واقف تھے اور عموماً ایسے کنبوں کی مالی امداد فرماتے رہتے تھے۔(۱۳)

مہاراجہ کشمیر کی میاں صاحب کی خدمت میں حاضری:

حکمرانِ وقت مہاراجہ پرتاب سنگھ حضرت میاں صاحب کا عقیدت مند تھا۔ بار گاہ ولائیت میں حاضری دینے کے لئے اپنے بھائی اور دیگر کارندوں کے ہمراہ کھڑی شریف آیا تو وہ مرد درویش جس کے قلم کے شہ پاروں نے ایک عالم میں ہلچل مچادی تھی وہ اپنے کچی سادہ اور پست چھت مکان کے صحن میں ایک بوسیدہ سی چٹائی پر تشریف فرما تھے خدام نے اطلاع دی کہ والی ریاست بار گاہ ولائیت میں حاضری چاہتا ہے تو حضرت میاں صاحب نے ایک نئ چٹائی اندر سے منگوائی اپنے برابر بچھوائی اور خدام سے کہا کہ مہاراجہ کو کہیں کہ اندر آجائیں مہاراجہ معہ برادر اور رفقاء اندر آیا اور ہندو رسم کے مطابق ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا حضرت میاں صاحب نے مہاراجہ کو بیٹھے کے لئے کہا جب مہاراجہ اور اس کے تمام حکام بیٹھ گئے تو مہاراجہ نے اپنے ایک وزیر کو نذر اور ہدیہ میاں صاحب کی خدمت میں پیش کرنے کو کہا اس وزیر نے روپوں کی چند تھیلیاں حضرت میاں صاحب کی خدمت میں پیش کیں حضرت میاں صاحب نے روپے واپس کر دئے اور مہاراجہ سے مخاطب ہو کر کہا فقیروں کو روپوں کی ضرورت نہیں اس پر مہاراجہ نے کہا حضرت یہ نیاز حضرت پیرے شاہ غازی قلندر کے لنگر میں شامل فرمادیں حضرت میاں صاحب نے مہاراجہ کو جواب دیا کہ صاحب لنگر اپنے لنگر کا خود ہی انتظام فرمالیتے ہیں اسلئے یہ روپے واپس لے جائیں۔ دراصل میاں صاحب مہاراجہ کو یہ ذہن نشین کرانا چاہتے تھے ظلم و جور سے جمع کیا ہوا یہ روپیہ لنگر میں استعمال کے قابل نہیں ہے۔ آخر مہاراجہ کے بہت زیادہ اصرار پر حضرت میاں صاحب نے فقط ایک روپیہ لیا اور باقی تھیلیاں واپس کر دیں اس کے بعد مہاراجہ نے لنگر کے لئے جاگیریں پیش کیں مگر جب میاں صاحب نے وہ بھی مسترد کر دیں اس کے بعد مہاراجہ نے عرض کی یا حضرت میری کوئی نرینہ

اولاد نہیں ہے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھ کو وارث عطا کریں اللہ اللہ مردانِ حق کی نگاہوں میں کیا بات تھی کہ ہندو اور دوسرے مذہب کے لوگ بھی مشکلات اور محرومیوں کے وقت اسلام کی آغوش میں پناہ ڈھونڈتے تھے اور آج مسلمان اپنے دکھوں کا مداوا سوشلزم میں ڈھونڈتے ہیں یہ اللہ کے فقیر بھی عجیب ہیں کہ خود تو حضرت میاں صاحب نے مہاراجہ سے کچھ نہ لے اا اس نے تخت کے وارث یعنی اولادِ نرے نہ کا سوال کیا تو حضرت میاں صاحب نے دعا فرمائی اور حضرت پیرے شاہ غازی کی ساوی جھنگی میں ایک درخت کے دو سبز پتے مہاراجہ کو عطا کئے اور فرمایا ایک خود کھائیں اور ایک مہارانی کو کھلائیں اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹا عطا فرمائے گا اس کو بچپن میں کسی ہندوانہ عبادت خانے میں نہ لے جانا نوجوان ہو کر مذہب جو چاہے اختیار کرے۔

حضرت میاں صاحب نے مہاراجہ پرتاب سنگھ کو وصیت فرمائی :

۱۔ بے گار ختم کر دیں۔

۲۔ علم کی روشنی عام کرنے کے لئے پسماندہ علاقوں میں اسکول کھولے جائیں۔

حضرت میاں صاحب کی دُعا کا اثر:

مہاراجہ پرتاب سنگھ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اس کا نام انہوں نے موتی سنگھ رکھا محلات کی رانیاں حضرت میاں صاحب کی وصیت کے خلاف اس کو ایک ہندو پروہت کے ہاں مندر میں لے گئیں جہاں اس کی فوری موت واقع ہو گئی اور مہاراجہ کو بہت صدمہ ہوا کہ اس کا اکلوتا بیٹا محض ہندو مذہب کی بھینٹ چڑھ گیا۔(۱۴)

حضرت میاں صاحب کی خودداری :

میاں صاحب بڑے خود دار تھے بادشاہ امراءوزراء آپ کی خدمت میں تحائف جاگیریں نقدی پیش کرتے آپ واپس فرمادیتے حضرت میاں صاحب حضور ﷺ کی سنت کے پیکر تھے جس طرح آپ ﷺ کو مال و اسباب پیش کیا جاتا آپ ﷺ مال اللہ کی راہ میں لوٹا کر فاقہ کرتے اسی طرح میاں صاحب بھی اپنے کچے پست چھت والے مکان کو بادشاہ کے محلات سے افضل سمجھتے آپ اکثر فرماتے فقیر دولت کو کیا کرے گا۔ کوئی تحفہ دے تا اس کو واپس اس سے بڑا تحفہ دیتے ایک دفعہ آپ بیلہ شاہ نواز میں قیام پذیر تھے ایک صاحب ہندو گنیش مل (جو آپ کا عقیدت مند تھا) نے نہایت قیمتی حمائل شریف اور چند دیگر قیمتی تحائف میاں صاحب کی خدمت میں پیش کئے حضرت میاں صاحب نے اس کے عوض پنڈت گنیش مل کو ایک اعلیٰ نسل کا یارقندی گھوڑا تحفہ

میں بخشا پنڈت نے گھوڑا واپس کرتے ہوئے دعا کی درخواست کی اس پر میاں صاحب نے ایک شعر تحریر فرمادیا جو درج ذیل ہے:

لے نا دست دراز کہ جو بخشیں درویش
کار انکار ہنکار ہے پنڈت سنو گنیش

پنڈت کو فوراً قبول کرنا پڑا اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے حضرت میاں صاحب کسی کا حق اپنے ذمے نہیں رہنے دیتے تھے۔(۱۵)

حضرت میاں محمد بخش کی سخاوت :

آپ کا معمول تھا کہ آپ ضرورت مندوں کی مدد کرتے رہتے تھے آپ کے پاس غریب ، سفید پوش آتے آپ ان کی مدد فرماتے آپ بھوکوں کا کھانا کھلاتے جو آپ کے پاس آتا حضرت پیرے شاہ غازی کا لنگر جاری رہتا اس کے علاوہ نقدی کی صورت میں بھی آپ لوگوں کی مدد فرماتے آپ نے اپنی زندگی میں بہت سارے لوگوں کو اپنی گرہ سے حج بیت اللہ کر وایا ایک دفعہ ایک صاحب جن کو آپ نے حجِ بیت اللہ کے لئے روانہ کیا وہاں جا کر وہ بیمار ہو گئے اور اخراجات میں زیادتی کے باعث ان کے پاس رقم کم ہو گئی اس بیماری کے عالم میں انہوں نے حضرت میاں صاحب سے روحانی امداد طلب کی اس دن ایک کابلی وضع قطع کا آدمی ان کے پاس آیا کچھ رقم ان کو دے کر بغیر اپنا نام بتائے غائب ہو گیا واپسی پر انہوں نے واقعہ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا شاہ صاحب یہ واقعہ کسی کو نہ بتانا یہ صاحب جنہوں نے آپ کو یہ رقم دی یہ سید عبداللہ سکنہ گڈری تحصیل جہلم کے رہنے والے ہیں۔(۱۶)

تعمیرات :

حضرت میاں صاحب کو تعمیرات سے بہت لگاؤ تھا آپ نے اپنی زندگی میں بہت ساری تعمیرات کروائی جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت پیرے شاہ غازی قلندر کا مزار تعمیر کروایا اور باہر درخت لگا کر ان کے ارد گرد چار دیواری تعمیر کروائی۔ درختوں کے اس ذخیرہ کو آپ نے اپنی تخلیق سیف الملوک میں ساوی جھنگی کا نام دیا آپ فرماتے ہیں۔

ساوی جھنگی جو بن رنگی جلوہ حسن کمالوں
شاخان مستان سر لٹکائے دم دم جھولن حالوں

ان درختوں کے حسن کا تذکرہ زبان زد خاص وعام ہے صبح کاذب کے وقت ساوی جھنگی میں طیور چہچہا کر یادِ حق میں مصروف ہوتے ادھر صوفی اور اہل سوز کی صبح کی خموشیوں کو توڑتی ہوئی ہو، ہو کی آوازیں دلوں میں پیوست ہوتی جاتی ہیں۔ عرس پاک کے موقع پر جب آپ کے ہزاروں عقیدت مند حاضری کے لئے آتے سخت گرمی میں ساوی جھنگی چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنے پروں کے نیچے چھپا لیتی ہے۔

۲۔ آپ نے کھڑی شریف حضرت پیر شاہ غازی کے مزار کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کروائی۔

۳۔ آپ نے پنجن بالا جس کا ذکر آ چکا ہے میں بھی ایک مسجد تعمیر کروائی۔

۴۔ آپ نے حضرت مرید خان کا مزار تعمیر کروایا۔

۵۔ حضرت بابا جامی بگا شیر کا روضہ تعمیر کروایا۔

۶۔ حضرت میاں شمس الدین کا مزار تعمیر کروایا۔

۷۔ حضرت بابا بدرح پلیر شریف علاقہ اندر ہل کا مزار تعمیر کروایا۔

یہ تمام تعمیرات میاں صاحب نے اپنی زیرِ نگرانی تعمیر کروائیں۔**(۱۷)**

حضرت علامہ اقبال کے متعلق پیشن گوئی :

ایک مرتبہ آپ لاہور شہر میں قیام پذیر تھے حضرت علامہ اقبال کے والد اولیاء اللہ سے بہت محبت کرتے تھے خاص طور حضرت میاں صاحب سے بہت عقیدت رکھتے تھے ۔ علامہ اقبال (جو اس وقت بچے تھے) کو لے کر حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کے لئے گزارش کی حضرت میاں صاحب نے اقبال کے سر پر نہایت شفقت اور پیار سے ہاتھ پھیرا اور ان کے والد کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا یہ بچہ امتِ محمد ﷺ کا ایک نہایت درد ہو گا اور شعر و سخن کے افق پر آفتاب بن کر چمکے گا۔ اس لئے آپ پر لازم ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت اور دیکھ بھال میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ علامہ اقبال کے والد نے عرض کیا حضرت یہ بہت ضدی ہے اس پر حضرت میاں صاحب نے فرمایا بڑے لوگ عموماً ضدی ہوتے ہیں آپ لوگ جس چیز کو ضد کہتے ہیں دراصل یہ دوسروں سے اپنی بات منوانے کا جوہر ہوتا ہے یہ ملکہ انہیں قدرت کی طرف سے ودیعت ہوتا ہے اور آپ لوگ اس ضد کا نام دیتے ہیں بچے کی اس بات پر آپ فکر نہ کریں یہ بچہ ایک دن بڑا آدمی بنے گا اور تمام خاندان بلکہ ملتِ اسلامیہ کے لئے عزت و وقار کا باعث بنے گا۔ اس کی تعلیم و تربیت پر

خصوصی توجہ دیں اور علامہ اقبال کو کچھ شیرینی دے کر رخصت کیا وہی بچہ ایک وقت شاعر مشرق، مصورِ پاکستان علامہ ڈاکٹر محمد اقبال بنا آپ کی شاعری کسی تعارف کی محتاج نہیں وطنِ عزیز پاکستان کا تصور آپ نے پیش کیا حضرت میاں صاحب کی پیش گوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی۔(۱۸)

حضرت میاں صاحب اور علامہ اقبال کے کلام میں مماثلت:

حضرت میاں صاحب اور علامہ اقبال کے کلام میں عجیب مشابہت پائی جاتی ہے دونوں حضرات کے مرشد معنوی حضور مولانا روم ہیں انداز بیاں اور زبان بے شک اپنی اپنی مگر دونوں کے کلام میں روح ایک ہے سوز ایک ہے اور ایک ہی قسم کا جذبہ کار فرما ہے دونوں کے پیغام کے مرکزی نکات، ہمت جوانمردی، جوش وولولہ، خودی بے خودی ہیں دونوں کشمیری ہیں دونوں میدان فکر و دانش، فلسفہ شعر و سخن میں نہایت پر شکوہ شاہ سوار کی صورت میں یکے بعد دیگرے نمودار ہوئے دونوں کا مشرب روحانی قادری ہے دونوں کا فارسی اور عربی پر دسترس حاصل تھی دونوں نے فارسی زبان میں بھی شاعری کی حضرت میاں صاحب ۱۸۲۶ء میں پیدا ہوئے ۱۹۰۷ء میں وفات پائی۔ (۸۱) حضرت علامہ اقبال ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۶ میں وفات پائی۔

کلام میں مماثلت: حضرت میاں محمد بخش کا کلام (از سیف الملوک)

بال چراغ عشق دا میرا روشن کر دے سینا
دل دے دیوے دی روشنائی جاوے وچ زیناں
دے ہیں دل عشق دے دردوں کارا
سخن بولے محبت دانیارا (نیرنگ خیال)
جس وچ گجھی رمز نہ ہوئے درمنداں دے حالوں
بہتر چپ محمد بخشا سخن اے جہے نالوں
کامل عشق خدایا بخش غیر دلوں مکھ موڑاں
کہو جاناں ہکو تکان کہو آ گہاں لوڑاں
آوے مستی جاوے ہستی بلھے شکل پرستی
پیرا کسیر گھتیوہ سونا ایہہ کھالی جستی
ملک عبادت خاص اندر دائم رہن کھلوتے

پر عشق دی لہر دے اندر مار نہ سکدے غوطے بھار عشق دا کسے نہ چایا عذر بہانے آکھ بلی بلا سٹی ری افسانے نادانے۔**(۱۹)**

علامہ اقبال کا کلام :

بال جبریل:

خدایا آرزو میری یہی ہے

میرا نورِ بصیرت عام کر دے

کاٹناوہ دے جسکی کھٹک لازوال ہو

یارب وہ درد جسکی کھسک لازوال ہو

سینہ روشن ہو تو سخن عین حیات ہے

ہو نہ روشن تو سخن مرگ دوام ہے ساقی

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر

شریک زمرہ لایحزنوں کر

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں

میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

خطر پسند طبیعت کو ساز گار نہیں

وہ گلستان کے جہاں گھات میں نہ ہو صیاد

مقام شوق تیرے قدسیوں کے بس کا نہیں

انہیں کا کام ہے جن کے حوصلے ہیں زیاد**(۲۰)**

معنی اور مفہوم دونوں کلاموں کا تقریبا ایک ہے علامہ اقبال کی زبان اُردو ہے جبکہ میاں صاحب کا کلام پنجابی اور اردو ملی جلی ہے اور پوٹھاری بھی شامل ہے میاں صاحب نے اپنی زندگی میں ہی علامہ کے والد کو نوید سنادی تھی۔

حضرت میاں صاحب کا کلام:

عشقی دارخ دیکھ محمد ہووں فیل پیادے

متیں لگے نہ اوٹھ وگے کی مقدور شہزادے

بلی بن کے وڈ دا یار شیر اندر بن جاندا

خون لئے بن ہاڑنہ چھڈے بہادروں دا
حسن و جمال تے راکس کاری عاشق سکدا مرسی
جان دیدے نابینے ہوئے فرسرمہ کی کرسی

علامہ اقبال کا کلام:

کبھی آوارہ و بے خانماں عشق
کبھی شاہ شہاں نو شے رواں عشق
کبھی میدان میں آتا ہے زرہ پوش
کبھی عریاں و بے تیغ وسنان ہے عشق
تیرے شیشے میں مئے باقی نہیں ہے
بتا کیا تو میرا ساقی نہیں ہے؟
سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے(۲۱)

حضرت علامہ اقبال کا حضرت میاں صاحب سے عقیدت ایک منظر :

تحصیل گوجر خان علاقہ پوٹھوہار کے ایک صاحب جو کافی عمر رسیدہ ہو چکے تھے ایام جوانی میں بڑے خوش الحان نعت خوان تھے اور وہ بھی حضرت میاں صاحب کا کلام بڑے درد دوشوق سے پڑھا کرتے تھے انہوں نے ہمیں بتایا کہ ایک دفعہ لاہور میں جب کہ وہاں نعت کے لئے بلائے گئے ایک اردو نعت پڑھنے کے بعد میاں صاحب کا کلام شروع کیا کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ میاں صاحب کے کلام کے دوران تمام جلسے پر وجد طاری تھا اور اس جلسے میں اسٹیج پر علامہ اقبال بھی تھے علامہ اقبال کی طرف دیکھا تو وہ نہایت ذوق سے میاں صاحب کا کلام سن رہے تھے اور ان پر رقت طاری تھی جب سیف الملوک پڑھنا بند کیا تو علامہ اقبال پاس بلا کر فرمانے لگے میاں صاحب کا کلام اور سناؤ پھر سنانا شروع کیا پھر جب ختم کا علامہ اقبال سے پوچھا جناب اور سناؤں کہنے لگے ضرور سناؤ اہل جلسہ کی طرف دیکھا تو محسوس ہوا کہ میاں صاحب کے کلام سے اور تڑپ پیدا ہو رہی ہے پھر جب سنا کر ختم کیا تو دے کھا کہ علامہ اقبال کی آنکھیں پر نم تھیں اور پاس بیٹھے ایک صاحب سے کہہ رہے تھے میاں صاحب کے کلام میں انتہا کا سوز ہے۔(۲۲)

حضرت میاں صاحب کا عشق رسول ﷺ:

حضرت میاں صاحب کا معمول تھا کہ ہر سال نہایت شوق سے چک جانی ضلع گجرات میں رسول ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے جن لوگوں نے حضرت میاں صاحب کو وہاں جاتے ہوئے دیکھا ان کا بیان ہے کہ خاص اہتمام سے میاں صاحب چک جانی کی حدود میں داخل ہوتے آنکھوں سے پانی کے چشمے امڈ پڑتے اور اس مقام تک پہنچتے پہنچتے جہاں حضور ﷺ کا موئے مبارک رکھا ہوا تھا آپ کی ریش مبارک اور آپ کے پیراہن کا سامنے کا حصہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا چک جانی ابھی دو میل کے فاصلے پر ہوتا تو آپ گھوڑی کی سواری چھوڑ کر پیدل چلنا شروع کر دیتے نہایت ادب کے ساتھ زیارت کرتے اور واپسی پر الٹے پاؤں تشریف لاتے پیٹھ ادھر نہ کرتے گاؤں کی حدود سے نکل کر گھوڑی پر سوار ہوتے۔

حضرت میاں محمد بخش کی اپنے اساتذہ سے عقیدت:

حضرت میاں محمد بخش کو اپنے استاد حافظ غلام حسین سے بڑا لگاؤ تھا وہ آپ کی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے عزیز رکھتے تھے آپ کو پیار اور محبت بھری نظروں سے دیکھتے جیسے کسی سونار کے پس کوئی قیمتی ہیرا آتا ہے تو وہ سوچتا ہے کے اس کو کیسے رکھا جائے کہ یہ بہت خوبصورت ہے۔ حضرت میاں صاحب اپنی معروف زمانہ تصنیف سیف الملوک میں اپنے استاد مکرم و محترم کی شان میں دراستدعاوالتماس پیش ایں شان کہ قصہ رااصلاح دھند کے عنوان سے سولہ اشعار پر مشتمل نظم لکھی اس نظم میں اپنے استاد کے نام کو کمال ادب سے ذکر کیا تاریخ میں ایسی مثالیں خال خال ہی ملتی ہیں۔ آپ کے تین اشعار ملاخط ہوں۔

حافظ ، عالم ، فاضل ، صوفی ، سالک راہ ہدایت
دائم مست محبت اندر عارف اہل ہدایت
خاص غلام امام وڈے دے صاحب میرے سر دے
ہے اوہ خاک اساڈہ سرمہ جس رستے پر چلادے
سخن میر ے جاءپاک بنانوں ہے تو فی آزاداں
چوہڑےدایت مومن ہوندا جاں ملا استاداں

درج بالا اشعار میں آپ کے ادب اور احترام کی عظیم مثال ملتی ہے اپنے استاد محترم کے نام کو خاص غلام امام وڈے سے منسوب فرما کر اپنے کمال مودب ہونے کی روشن مثال قائم فرمادی جو رہتی دنیا تک روشن مینار کی مانند قائم رہے گی۔ **(۲۳)**

حضرت میاں بخش کو رومیٔ کشمیر کہنے کی وجہ :

حضرت میاں صاحب نے بیس برس کی محنت شاقہ سے اپنی مثنوی سیف الملوک تصنیف کی اس کو بنظر عمیق دیکھا جائے تو میاں صاحب کے مکمل کلام میں مولانا کی روح بولتی ہے۔ مولانا کی مثنوی اپنی جدت اور فکر کی بلندی کے باعث سات صدیاں گزرنے کے باوجود پوری شادابی اور تازگی کے ساتھ انسانی معاشرے میں زندہ ہے آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی ﷺ ان کے معانی اور مفاہم سے استفادہ بلند صوفیانہ افکار، اخلاقی اور تہذیبی نفس کے متعلق تعلیمات، خداشناسی کے متعلق معلومات اور انبیاء کرام کے واقعات کا تذکرہ مثنوی مولانا روم کی وہ ممتاز خصوصیات ہیں جسکی بدولت وہ ہمیشہ ہندوستان کے علماء اور صوفیاء کی توجہ کا مرکز بنی رہی ہے مثنوی کے انہی خصائص نے درویشوں، تاریخ نویسوں، دانشوروں اور شاعروں کو اپنے سحر میں مبتلا رکھا اس کے علاوہ مثنوی نے فلسفی، انقلابی اور سیاسی شخصیات کو بھی ان کے اہداف کے حصول میں بے پناہ مدد دی ایسی شخصیات میں میاں محمد بخشؒ اور علامہ اقبال کے اشعار میں گہری وابستگی پائی جاتی ہے۔**(۲۴)**

میاں صاحب اپنی شاعری کا مقصد یوں بیان فرماتے ہیں۔

بات مجازی رمز حقانی ون و نال دی کاٹھی
سفر العشق کتاب بنائی سیف چھپی وچ لاٹھی

یہ کتاب تصوف و معرفت کا خزینہ ہے اور سالکین (مسافران راہ سلوک و معرفت) کے لئے کامل رہبر و راہنما ہے اس شعر میں آپ فرماتے ہیں میں نے مجازی عشق کی بات کر کے حقیقی عشق کا آشکار کیا سیف چھپی وچ لاٹھی کا معنی یہ ہے کہ دراصل یہ باہر سے عام چیز نظر آتی ہے اندر اس کے حاصل طریقت و معرفت حقیقت چھپی ہے میاں صاحب نے خود اس حقیقت کا اظہار کیا کہ مولانا روم کا فلسفہ ہی میرا فلسفہ ہے آپ فرماتے ہیں:

مثنوں ایہہ معنی لبھن جے کوئی سمجھے بھالے
اس حکات و چوں جتھوں پے ٹوں ناگ نکالے
قصہ سارا دے اشارا جے کوئی سمجھن ہارا
کاہنوں ظاہر کریں محمد گجھا بھیت نیارا

آپ نے واضح فرمایا کہ میرے کلام کا معنی وہی ہے جو مولانا روم کی مثنوی کا ہے پھر فرماتے ہیں:

شاہ شمس تبریزی جو تھا ایک گھٹ سرخ شرابوں

ملاں رومی نوں جیوں دتا ہو یا کرجنابوں
شالا دولو دمڑی ولا جوٹھا اپنا کھانا
دیوے میں بھکھے دے تائیں رج رج موجاں ماناں
جے او مرشد مہرےں آوے جو ٹھاگھٹ پلاوے
ملاں رومی والے مینوں سچے سخن سکھا وے

گویا میاں صاحب فرماتے ہیں شاہ شمس تبریز نے مولانا روم کو شراب پلائی اور اسی کا اثر مثنوی روم کی صورت میں انکا فیض جاری ہوا میاں صاحب فرماتے ہیں کہ میں بھی حضرت پیرے شاہ غازی دمڑی والے کے در کا خادم ہوں اور ان سے التجاہے کہ مجھے مولانا روم کی طرح کلام میں پختگی پیدا ہو۔ آپ کی التجا قبول ہوئی اور انہی افکار کو آپ روشن سے روشن تر کیا اور پنجابی زبان کو ذریعہ کلام بنایا۔(۲۵)

حضرت میاں محمد بخش کا شعری کمال :

حضرت میاں محمد بخش پیدائشی طور پر شاعر تھے شاعری کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں طبع موزوں دی تھی قدرت کاملہ کو یہ منظور تھا کہ ان کا کلام دکھی دلوں کا مداوا ہو اور اپنے ان کے نام کے ساتھ پورے خاندان کا نام درخشندہ آفتاب کی طرح روشن ہو جس نے سال ہاسال تک حضرت پیرے شاہ غازی قلندر کے دربار کی خدمت کی اور خود حضرت میاں صاحب نے بھی اس دربار کی خدمت کا حق ادا کیا جب کبھی دربار حضرت پیرے شاہ غازی کی خدمت سے فرصت ملتی تو اپنا وقت شعر و سخن پر صرف کرتے یہ بات ثابت شدہ ہے شاعر شاعری کے لئے طبع موزوں لے کر پیدا ہوتا ہے اگر کسی شخص کی سرے سے شاعری کے لئے طبع موزوں نہ ہو تو وہ الفاظ کو ترتیب سے رکھنے یا علم عروض جاننے سے شاعر نہیں بن سکتا وہ الفاظ کی ترتیب تو ضرور دے سکتا ہے مگر ان میں شاعرانہ حسن پیدا نہیں کر سکتا اگر اسکی طبع شاعری کے لئے موزوں ہوا اور دل میں سوز و گداز کی آگ کا سمندر بھی ہو اور شاعری کے اوصاف اور محاسن سے بھی آگاہ ہو تو یہ عطیہ الٰہی ہے۔ میاں صاحب فطری اور پیدائشی طور پر شاعر تھے ساتھ ساتھ دردِ دل کی دولت سے بھی مالا مال تھے اور ایک صوفی باصفا اور ایک متقی عالمِ دین تھے خود فرماتے ہیں:

قصے ہو رکسے دے اندر درد اپنے کج ہوؤں
بے پیڑاں تا ثیراں ناہیں بے پیڑے کدروں

درد لگے تے ہائے ہائے نکلے کوئی کوئی رہنداجر کے
دلبر اپنے دی گل کر لئے اوراں نوں منہ دھر کے
جے وچ کجھی رمز نہ ہوئے درد منداں دے حالوں
بہتر چپ محمد بخشا سخن اجیئے نالوں
جوشاعر بے پیڑا ہوے سخن اوہدے دی رکھے
بے پیڑے تھی شعر نہ ہونداا گ بن دھواں نہ دھکے
دے کھے دے کھی شعر بناؤں شعروں خبر نہ پاون
اس طرح تے صفتا سٹھاں بہتے دوئم بنا دن
ردی ردیفوں نام نہ جانن قافیوں بد ھ نہ کائی
وزن برابر ٹنڈ اجڑ دا صفت رسم نہ بھائی
سخن بھلا جو دردوں بھر پابن دردوں کج نائیں
نڑا کماداں فرق نہ ہوندا کےا کانے کےا کاہیں
درد منداں دے سخن محمد دین گواہی حالوں
جس پلے پھل بدے ہو دن آوے بوروما لوں

شاعری میں سوز و درد اور درد و گداز کی کیا اہمیت ہے اس کی تشریح میاں صاحب نے متذکرہ بالا اشعار میں اس طرح کر دی ہے کہ اس سے اچھی وضاحت ممکن نہیں۔ یہ سچ ہے کہ میاں صاحب شعری اوصاف اور محاسن کے استاد ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے سینے میں ایک درد بھرا دل بھی رکھتے تھے اور اس دل میں عشق و محبت کی کسک بھی موجود تھی۔ ان اشعار میں میاں صاحب نے واضح کیا ہے کہ شاعری کے لئے درد مند دل کا ہونا ضروری ہے شاعری بغیر دل کی چوٹ کے مزہ نہیں دیتی۔ میاں صاحب بنیادی طور پر ایک سجادہ نشین اور ولی کامل تھے اور عالم باعمل بھی تھے۔ فارسی اور عربی زبان سے بھی واقف اور انکی طبیعت حد درجہ تصوف کی طرف مائل تھی یہ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن ان کا کلام گواہ ہے کہ وہ درد و محبت کی چوٹ سے خالی نہ تھے اور اسی درد نے انکے ہر شعر کو سوز و گداز کی آگ کے شعلوں میں لپیٹ دیا تھا یہاں تک کہ وہ اپنے احباب کو خط بھی نظم میں ہی لکھا کرتے تھے اور خط میں بسا اوقات ایسی پر تاثیر بات کہہ جاتے تھے کہ مکتوب پڑھنے والا کیف و سرور کی وادیوں میں محو ساہو جایا کرتا تھا۔ پنجابی زبان کی تاریخ میں شاعروں کی لمبی قطار

وارث شاہ، حضرت میاں محمد بخش جیسی بزرگ ہستیاں شامل ہیں جن کے کلام نے زندہ جاوید شہرت حاصل کی انہوں نے پنجابی شاعری کے دھارے کو عالمگیر انسانیت کی طرف موڑا جس طرح وارث شاہ کی ہیر نے عالمگیر شہرت حاصل کی اور گھر گھر پڑھی جانے لگی اسی طرح پنجابی شاعری کے انبار سے میاں محمد بخش کی سیف الملوک سفر العشق ایک ایسا ہے راہ نکلا جسکی چمک دمک ایک پوری صدی سے پنجابی زبان کی جان ہے دراصل یہی وہ کتاب جس سے حضرت میاں صاحب کو حیات ابدی ملی۔(۲۶)

حضرت میاں محمد بخشؒ کا صوفیانہ شعری کمال اس عروج کو پہنچا کہ آپ کو مولانا روم کے ساتھ تشبیہ دی جانے لگی اور لوگوں نے ان کو رومیٔ کشمیر کا لقب دے دیا آپ کو اپنے اساتذہ سے بے حد عقیدت تھی میاں صاحب کا عشق رسول ﷺ اس قدر واضح اور روشن تھا کہ سارا زمانہ گواہ ہے عاشق رسول قلندر لاہوری حضرت علامہ محمد اقبالؒ آپ کے عقیدت مندوں میں سے تھے ایک بڑی بات جو حضرت میان محمد بخش اور علامہ محمد اقبالؒ دونوں میں مشترک تھی وہ یہ کہ دونوں عظیم شخصیتیں کشمیر سے تعلق رکھتی تھیں اس کے علااوہ دونوں کے صوفیانہ کلام میں مماثلت بھی پائی جاتی ہے حضرت میان محمد بخشؒ کی سخاوت انتہا درجے کی تھی جو بھی سوالی آپ کے در پر آتا خالی ھاتھ لوٹ کر واپس نہ جاتا یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان کے دربار پر لوگوں کا تانتا بندھا رہتا ہے آپؒ بہت زیادہ خوددار تھے کسی انسان کا خوف اور ڈر دل میں نہیں رکھتے تھے آپ کی مسلسل عبادت وریاضت کی وجہ سے آپ کی دعامین بہت زیادہ اثر پایا جاتا تھا اور اللہ تعالی کے ہاں آپ ایک متقی اور پرہیز گار انسان سمجھے جاتے تھے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ نیرنگ عشق، مثنوی، میاں محمد بخش، خاندانی حالات ملک محمد مقدمہ، مجاہد طارق، ناشر چوہدری بک ڈپو چوہدری پلازہ دینہ جہلم سن طباعت ۱۹۸۸ء، ص ۱۵

۲۔ تذکرہ اولیاء کشمیر، آزاد محمود سید، ناشر نظامت اوقاف مظفر آباد سن طباعت ۱۹۹۳ء، ص ۱۷۲

۳۔ ایضاً، ص ۱۷۳

۴۔ عارف کھڑی محمد سکندر، میاں چوہدری بک سیلرز جی ٹی روڈ دینہ، سن طباعت ۱۹۷۰ء، ص ۲۲

۵۔ ایضاً، ص ۲۳تا۲۴

۶۔ تذکرہ اولیاء کشمیر دوئم، ایضاً ص ۱۷۵

۷۔ عارف کھڑی، ایضاً، ص ۲۷

۸۔ تذکرہ اولیاء کشمیر دوئم، ایضاً ص ۲۰۹

۹۔ تذکرہ اولیاء کشمیر، ج دوئم، ص ۱۷۸

۱۰۔ عارف کھڑی، ایضاً، ص ۳۳

۱۱۔ یضاً، ص ۳۸

۱۲۔ عارف کھڑی، ایضاً، ص ۴۷ تا ۴۱

۱۳۔ عارف کھڑی، ایضاً، ص ۵۰ تا ۴۸

۱۴۔ عارف کھڑی، ایضاً، ص ۵۱

۱۵۔ عارف کھڑی، ایضاً، ص ۵۲

۱۶۔ عارف کھڑی، ایضاً، ص ۵۳

۱۷۔ عارف کھڑی، ایضاً، ص ۵۵

۱۸۔ سیف الملوک، از ملک محمد ناشر چوہدری بک ڈپو دینہ، سن طباعت ۱۹۹۵ء، ص ۲۱۲

۱۹۔ سیف الملوک، میاں محمد بخش، ص ۱۲۵، ناشر چوہدری بک ڈپو دینہ، سن طباعت ۱۹۹۰ ء، ص ۲۲۵

۲۰۔ بال جبریل، ص ۴۵، محمد اقبال علامہ، ڈاکٹر، پنجاب بک ڈپو لاہور، سن طباعت ۱۹۹۹ء، ص ۱۵

۲۱۔ عارف کھڑی، ایضاً، ص ۶۰

۲۲۔ عارف کھڑی، ایضاً، ص ۶۰

۲۳۔ عارف کھڑی، ایضاً، ص ۶۴ تا ۶۳

۲۴۔ رومی کشمیر، اویسی نجابت، حسین بابا ناشر مجلس تحقیق، فکر و فلسفہ کل پاکستان بزم فکر و نظر مرکزی دفتر سیکرٹری تھری، میر پور سن طباعت ۲۰۰۵ء ص ۳۲۵

۲۵۔ رومی کشمیر، ایضاً، ص ۳۳ تذکرہ اولیاء کشمیر ص ۱۷۶ تا ۱۷۹

۲۶۔ تذکرہ اولیاء کشمیر، ایضاً، ص ۱۷۹ تا ۱۷۷